بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصریحات

پاکستان کی قومی زبان!

(آج سے پورے دس ماہ قبل "پاکستان کی قومی زبان" کے عنوان سے ہم نے ایک اداریہ سپرد قلم کیا تھا اُس وقت بنگالی اور اُردو کے متعلق بحث چل رہی تھی، آج کل سندھی اور اُردو کا تنازعہ زوروں پر ہے اس لئے ہم اسی اداریہ کو قارئین کے سامنے پیش کرتے ہیں)

چند روز پیشتر ملک کے معمر اور محترم سیاستدان جناب نورالامین مغربی پاکستان تشریف لائے اور انھوں نے مشرقی اور مغربی پاکستان کو قریب لانے اور پاکستان کے بقا اور اس کے تحفظ کے لیے کئی ایک عمدہ اور بہترین تجاویز پیش کیں۔

ان تجاویز میں ایک تجویز ایسی بھی تھی جس سے ہم نورالامین صاحب کے پورے احترام کے باوجود اتفاق نہیں کر سکتے، اور وہ تھی پاکستان کی قومی زبانوں کے بارہ میں۔

نورالامین صاحب نے فرمایا کہ مشرقی اور مغربی پاکستان کو قریب لانے کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ بنگلہ کی تعلیم مغربی اور اُردو کی تعلیم مشرقی پاکستان میں لازمی قرار دے دی جائے اور دونوں قومی زبانوں کے ملک کے مختلف حصوں میں نفاذ اور رواج کے لیے فوری اور عملی اقدامات کیے جائیں۔

ہمیں یہ بات معلوم ہے کہ آج سے بہت عرصہ پیشتر ہمارے اس وقت کے ارباب اختیار نے بنگلہ کو قومی زبان کی حیثیت دے دی تھی اور آج وہ بھی ہماری اسی سطح کی قومی

زبان ہے جس سطح کی اُردو لیکن اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ یہ ایک ہولناک اور تاریخی غلطی تھی اور ان غلطیوں میں سے ایک جن کی وجہ سے آج مشرقی پاکستان میں ہمیں اس المیہ سے دوچار ہونا پڑا جس کی نظیر پاکستان کی پوری تاریخ میں نہیں ملتی، بلکہ شاید جس کی مثال پورے برصغیر کی اسلامی تاریخ میں نہ ہو، اس لئے کہ بنگلہ زبان کا قومی حیثیت سے اعتراف مشرقی پاکستان کی خودمختاری اور علیحدگی تسلیم کرنے کی طرف پہلا قدم تھا کہ ہم نے اس دن عملاً یہ مان لیا تھا کہ بنگال کے لوگ پاکستان کے دوسرے خطوں سے الگ ایک انفرادی مقام رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جب قائداعظمؒ سے اس بارہ میں کہا گیا تو انھوں نے اس موضوع پر گفتگو سے ہی انکار کر دیا تھا اور اس پہ اصرار کیا تھا کہ ایک پاکستان کی ایک ہی قومی زبان ہوگی اور وہ صرف اور صرف اردو ہے۔

ویسے بھی یہ بات قابل غور ہے کہ جب پاکستان میں شامل دوسرے چار صوبوں میں سے کسی ایک صوبے کی زبان کو قومی نہیں بنایا گیا تو پانچویں صوبے کی زبان کو یہ مقام دینے میں کیا تک تھی، جب کہ اردو ان میں سے کسی ایک بھی خطہ کی زبان نہیں بلکہ دو سو برس سے برصغیر کے تمام علاقوں اور خطوں کے مسلمانوں کی علمی اور ادبی زبان چلی آ رہی تھی اور پاکستان کے تمام صوبوں کے لوگ یکساں طور پر اسے جانتے، پہچانتے اور مانتے تھے، اور ہم یہ بات بلا خوفِ تردید کہہ سکتے ہیں کہ اردو جاننے والی بنگالی مسلمانوں کی فی صد شرح کسی صورت بھی پنجابی، بلوچی، سندھی، اور سرحدی مسلمانوں سے کم نہ تھی اور نہ ہے۔

ایسے عالم میں صرف علاقائی تعصب کی بنا پر بنگالی کو اردو کے مقابلہ میں لا کھڑا کرنا کسی حالت میں بھی دانش مندی کی بات نہ تھی اور آج جب کہ ہم اپنے ان خود کردہ گناہوں کی سزا بھگت رہے ہیں، ہمیں چاہیئے کہ ایسی تمام غلطیوں کا نہ صرف یہ کہ اعادہ نہ کریں بلکہ ان کے فوری ازالہ کی کوشش کریں تاکہ دوبارہ ہمیں ان کے نتائج بد سے دوچار نہ ہونا پڑے۔

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے مشرقی پاکستان میں مغربی پاکستان کے بارہ میں اور زیادہ غلط فہمیاں پیدا ہوں گی ہم ان کی اس سوچ اور طرزِ فکر پر افسوس ظاہر کئے بغیر نہیں رہ سکتے اس لئے کہ کسی غلط مفروضے اور غلط خدشے کی بنا پر حقائق کو تبدیل

کرنا، حق کو چھوڑنا اور باطل کو اپنانا کبھی بھی دانش مندی نہیں کہلا سکتا اس لئے کہ ہم جب یہ جانتے ہیں کہ اردو کسی بھی مغربی پاکستانی صوبے یا علاقے کی زبان نہیں تو پھر ہمیں اس غلط تصوّر کو غلط قرار دینے میں ہچکچاہٹ کیوں ہے ؟

ہم کیوں نہیں اپنے بنگالی بھائیوں کو یہ سمجھاتے کہ اردو کو مغربی پاکستانی زبان قرار دینے والے خود تمہارے اور تمہارے ملک کے دوست نہیں بلکہ دشمن ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں تمہارے اسلاف کے اس علمی ورثے سے محروم کر دیں جو خود تمہارے مسلمان آکابرنے اردو میں چھوڑا ہے اور تمہارا رشتہ اس تہذیب و ثقافت سے پیوستہ رکھیں جو تمہارے دورِ علم کی نہیں بلکہ دورِ جاہلیت کی یادگار ہے اور جس پر ہندو اور بدھ مت کی گہری چھاپ ہے

اور انہیں یہ کیوں نہ سمجھایا جائے کہ اگر تمہاری دیکھا دیکھی پاکستان کے دیگر علاقوں نے بھی اپنی اپنی علاقائی زبانوں کو قومی درجہ دلوانے کی کوشش کی تو وہ کیوں کارگر اور بارآور نہیں ہوگی اور اگر خدا نخواستہ یہ ہو گیا تو پھر ملک کے مختلف خطوں اور ان میں بسنے والے باسیوں کے درمیان کون سا رابطہ اور اتصال باقی رہ جائے گا ؟

اور اگر حالات کے تقاضے یہ نہ ہوں اور ہمارے اربابِ فکر اور صاحبانِ اختیار اس کی جراءت و ہمت اپنے اندر نہ پاتے ہوں تو پھر کم از کم اردو کو سرکاری زبان ضرور قرار دے دینا چاہیئے کہ قومی زبانیں تو یہ دونوں ہی ہوں کہ اب ہم اس غلطی کے ازالے کی سکت نہیں رکھتے مگر سرکاری دفاتر اور کاروبارِ حکومت میں صرف اردو ہی استعمال کی جائے تاکہ یہ سارے ملک کی مشترکہ زبان بن سکے اور ملک کے تمام علاقوں کے لوگ اسے پڑھنے اور لکھنے اور سمجھنے پر مجبور ہوں وگرنہ یہ قطعاً ناممکن العمل ہے کہ سرکاری زبان تو انگریزی رہے اور مغربی پاکستان کے رہنے والوں کو اس کے علاوہ اور دو زبانوں کے سیکھنے پر مجبور کیا جائے کہ وہ اردو بھی سیکھیں اور بنگلہ بھی کہ نہ بنگلہ ان کی اپنی زبان ہے اور نہ اردو ——

ہمارے وہ اٹھارہ دانش ور جنھوں نے نورالامین صاحب کی اس تجویز کو سراہتے

ہوئے ایک مشترکہ اعلان جاری کیا ہے کہ مغربی پاکستان میں بنگلہ اور مشرقی پاکستان میں اُردو کی تعلیم لازمی قرار دی جائے۔ معلوم ہوتا ہے اُنھوں نے تفکر و تعقل کی بجائے صرف جذباتیت اور سطحیت کا مظاہرہ کیا ہے اور اس کے علمی اور واقعاتی پہلوؤں پر کوئی توجہ نہیں دی۔

ان میں بیشتر وُہ اہل علم اور اہل قلم ہیں جن کا ہمارے دلوں میں بے حد احترام ہے۔ اور کئی ایک وُہ بزرگ ہیں جن سے ہمیں اوّل روز سے نیاز حاصل ہے لیکن ہم نہیں جانتے کہ اُنھوں نے بغیر سوچے سمجھے کیسے اتنی نامعقول بات کہدی۔

کیا وہ یہ نہیں جانتے کہ ایک پنجابی، سرحدی، بلوچی اور سندھی کے لئے بنگلہ سیکھنا انگریزی اور عربی سیکھنے سے کتنا دُشوار تر ہے کہ ہم نہ اس کے حروف تہجی آشنا ہیں نہ اس کے رسم الخط سے اور ان علاقوں کے لوگوں کا کسی بھی زمانہ میں بنگلہ سے کسی قسم کا بھی تعلق نہیں رہا اور نہ ہی اس زبان میں ہمارا کوئی قدیم سرمایہ ہے اور نہ جدید مسائل، اور مشاکل کا حل۔

اور پھر انگریزی کی سرکاری اور بین الاقوامی حیثیت باقی رہتے ہوئے کیا یہ ممکن ہے کہ ایک پنجابی، بلوچی، سندھی یا سرحدی اپنی مادری زبان کی نوک پلک درست کرتے ہوئے اُردو بھی سیکھے اور بنگالی بھی کہ یہ اس کی قومی زبانیں ہیں اور دونوں میں بُعد المشرقین ہے۔ اور پھر انگریزی کے حصول کی طرف متوجہ ہو کہ یہ اس کے دیس کی سرکاری زبان ہے، جس کے حاصل کئے بغیر مارکیٹ میں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں، کچھ عربی سے آشنائی پیدا کرے کہ اس کا قرآن اور اس کے آقا و مولیٰ رسُول ہاشمی علیہ السلام کی تعلیمات اسی زبان میں ہیں، پھر فارسی سے شناسائی نکالے کہ اس کے بغیر اس کے اُردو میں حسن اور دلکشی پیدا نہیں ہو سکتی اور یہ سارا کچھ کرنے کے بعد پھر ان علوم کے حصول میں لگے جن کی اس کے ملک اور اس کی قوم کو ضرورت ہے اور جو کشاکش حیات میں اس کے کام آسکتے ہیں۔

کیا یہ دانشمندانِ گرامی منزلت سمجھتے ہیں کہ اتنا سارا کچھ کرنا کسی کے بساط

اور بس میں ہوگا اور کیا ان زبانوں کے سیکھنے کے بعد اس کے پاس اتنا وقت اور باقی بچ رہیگا کہ وُہ ہندسہ، جغرافیہ، کیمیا، طبّ اور طبیعات کی طرف توجہ دے سکے اور ان کے مراحل کو طے کر سکے ۔؟

اور پھر اس مسئلے کا ایک اور پہلو بھی ہے کہ مغربی پاکستان میں بنگلہ پڑھانے کے لیے اساتذہ کہاں سے آئیں گے ۔؟ ایسے اساتذہ جو اُردو بھی جانتے ہوں اور بنگالی بھی ۔ اور پھر وُہ مسلمان بھی ہوں کہ ایک نظریاتی ریاست میں ابتدائی اور وسطانی درجوں تک کی تعلیم کے لیے اس نظریہ پر یقین رکھنے والے اساتذہ کا وجود انتہائی ضروری ہے کہ وُہ بچے کے ذہن پر اثر انداز ہوتے اور اپنے افکار کے نقوش اس پر مرتّب کرتے ہیں جبکہ ہماری معلومات کے مطابق خود مشرقی پاکستان میں پرائمری اور مڈل سکولوں کے اساتذہ کی اسی اور پچاسی فیصد تعداد ہندوؤں پر مشتمل ہے اور ان ہی کی "برکات" کے نتیجہ میں وہاں کی نوجوان نسل اسلام اور پاکستان سے برگشتہ ہوئی ہے ——— جب مشرقی پاکستان میں حالت یہ ہے تو مغربی پاکستان میں بنگالی پڑھانے والے استاذ کہاں سے پیدا کیئے جائیں گے ؟ ———

ھم ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے بچپنے سے لے کر اب تلک عربی زبان کو اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا ہے اور عربی مدارس سے لے کر عرب یونیورسٹیوں تک میں عربی کی تعلیم حاصل کی ہے اور پھر ہمیں اس سے ایک جذباتی اور قلبی تعلق بھی ہے لیکن اس کے باوصف ہم نے مجالس ومحافل میں ہمیشہ عربی کو قومی زبان بنائے جانے پر اختلاف کا اظہار کیا ہے کہ پاکستان میں یہ چیز ناممکن الوقوع اور ناممکن العمل ہے کہ پُورے پاکستان میں علماء اور مدارس عربیہ کی اس کثرت کے باوصف اور ملکی یُونیورسٹیوں میں شعبہ ہائے عربی کے باوجُود لوگ انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں جو عربی لکھ اور بول سکتے ہوں، اور تو اور ہم نے یونیورسٹیوں کے شعبہ ہائے عربی کے سربراہوں کو دیکھا ہے کہ وُہ عربی میں دو دو ڈاکٹریٹ کرنے کے باوجود عربی کے ۲ دو حرف بولتے اور لکھتے ہُوئے ہچکچانا شرُوع کر دیتے ہیں اور ان کے ہونٹوں پر پپڑیاں اور چہروں پر زردیاں جم

جاتی اور چھپ جاتی ہیں۔

اور جب حالت یہ ہو تو عربی کو قومی زبان قرار دے کر جگ ہنسائی کے سوا اور کیا حاصل ہو سکتا ہے۔ اس لئے ہم چاہتے ہوئے بھی عربی کو قومی یا سرکاری زبان قرار دیئے جانے کے بارہ میں ہمیشہ حقیقت پسند ہی رہے اور کبھی جذباتیت کا شکار نہیں ہوئے اور اگر عربی جو ہماری تابناک ماضی کی روایات کی امین ہے، کے متعلق ہماری روش یہ ہے تو بنگلہ کو ہم کیسے قبول کر سکتے ہیں کہ اس سے ہماری عقیدت اور ماضی کی روایات کو بھی کبھی وابستگی اور تعلق نہیں رہا۔

بنا بریں ہم اس حقیقت کا برملا اظہار کرتے ہیں کہ پاکستان کی قومی زبان صرف اور صرف ایک ہونی چاہیئے اور وہ ہے اُردو جو کسی بھی پاکستانی خطہ کی خاص زبان نہیں بلکہ برصغیر کے تمام علاقوں کے مسلمانوں کا اجتماعی ورثہ ہے اور جسے پاکستان کے تمام صوبوں کے لوگ یکساں طور سے جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔

نیز ہم یہ مطالبہ بھی کرتے ہیں کہ اُردو ہی کو سرکاری زبان قرار دیا جائے، تاکہ انگریزی کے حصول میں جو وقت ضائع ہوتا ہے اسے دُوسرے بُنیادی اور ضروری علوم کے حصول میں صرف کیا جا سکے اور ان تمام علوم کو اُردو میں منتقل کر کے (کہ یہ اس کی پُوری پُوری صلاحیت رکھتی ہے اور اس کے لیے ہمارے پاس وافر تعداد میں اہلیت رکھنے والے لوگ موجود ہیں) ان کی تدریس و تعلیم اُردو میں کی جائے۔

ہمیں امید ہے کہ ہماری معقولیت پر مبنی یہ تجویز صدا بصحرا ثابت نہ ہوگی ؛